جو مسئلہ سمجھ میں نہ آئے وہ کسی مستند و ماہر مفتی سے معلوم کرلیں۔۔ (ابوزبیر)

آپ کے مسائل اور اس کے جوابات (20)

از مفتی محمد صاحب

مضامین:

☆ مزارعت میں کھاد کے خرچہ سے متعلق ضربِ مؤمن کے مسئلہ پر اشکال وجواب

☆ اکلوتی آنکھ والا نیلا پتھر گھر میں رکھنے کا حکم

☆ نیا جوتا وغیرہ پہن کر شکرانے کے نوافل پڑھنا

☆ چکوال میں نعلین مبارک کی شبیہ ظاہر ہونے کی افواہ

☆ بذریعہ عدالت یکطرفہ خلع لینے کا حکم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مزارعت میں کھاد کے خرچہ سے متعلق ضربِ مؤمن کے مسئلہ پر اشکال وجواب:

سوال: ضربِ مؤمن جلد 14 شمارہ 17 ’’آپ کے مسائل کا حل‘‘ میں لکھا ہے: ’’کھاد اور زرعی ادویہ کا خرچ دونوں پر تقسیم کرنا جائز نہیں...... ضروری ہے کہ بیج بھی اسی شخص کی طرف سے ہو جس کے ذمہ کھاد خریدنا اور ڈالنا ہے۔‘‘ (راجع الہندیۃ: 5/ 244) عربی عبارت مذکور نہیں۔

جب کہ ہندیہ ہی میں لکھا ہے کہ زراعت پر خرچ ہونے والے اخراجات کھاد وغیرہ بقدر حصص دونوں پر واجب ہیں، عبارت یہ ہے:

”کل ما کان من باب النفقة على الزرع من السرقين وقلع الحشاوة ونحو ذلك فعليهما على قدر حقهما.“ (هندية: ٥/ ٢٣٧، مكتبه رشيديه، كوئٹه)

مذکورہ عبارت سے جو بلا تکلف سمجھ میں آرہا ہے وہ یہ ہے کہ کھاد اور زرعی ادویہ کا خرچ دونوں پر ان کے حصوں کے تناسب سے واجب ہیں۔ (شکیل احمد۔ لاہور)

جواب: کھاد اور ادویہ کا خرچ بیج والے ہی کی طرف سے ہونے کا جو حکم مذکورہ مسئلہ میں ذکر کیا گیا ہے، اس سے متعلق ہندیہ کی مصرح عبارت درجِ ذیل ہے:

الفتاوى الهندية: ٤١٠/٤١:

وَإِنْ شَرَطَ السِّرْقِينَ عَلَى رَبِّ الْأَرْضِ إنْ كَانَ الْبَذْرُ مِنْ الْمُزَارِعِ فَالْمُزَارَعَةُ فَاسِدَةٌ وَالْخَارِجُ لِلْمُزَارِعِ وَعَلَيْهِ أَجْرُ مِثْلِ الْأَرْضِ وَقِيمَةُ السِّرْقِينِ ، فَإِنْ كَانَ الْبَذْرُ مِنْ رَبِّ الْأَرْضِ فَالْمُزَارَعَةُ جَائِزَةٌ ...... وإذا شَرَطَ رَبُّ الْأَرْضِ وَالْبَذْر مِنْ الْمُزَارِعِ أَنْ يُسَرقنها قِيلَ :تَفْسُدُ الْمُزَارَعَةُ عِنْدَ الْمُتَقَدِّمِينَ وَلَا تَفْسُدُ عِنْدَ الْمُتَأَخِّرِينَ وَالْفَتْوَى عَلَى قَوْلِ الْمُتَأَخِّرِينَ.

یہ حکم مذکورہ بالا عبارت میں مصرح ہونے کے علاوہ اُصولِ مزارعت کا مقتضیٰ بھی ہے کیونکہ زراعت میں جب بیج مالک زمین کی طرف سے ہو تو عقدِ مزارعت ''استیجار عامل'' کے معنیٰ میں ہوتا ہے اور ظاہر ہے کہ کسی کو عمل کیلئے اجارہ پر لینے کی صورت میں اُس پر عمل کے ساتھ کسی خرچ کی شرط رکھنا شرطِ فاسد ہے اور اگر بیج عامل کی طرف سے ہو تو ایسی صورت میں مزارعت ''استیجار ارض'' کے معنیٰ میں ہوتا ہے اور کسی سے زمین اجارہ پر لینے کی صورت میں اس پر زمین دینے کے ساتھ کسی خرچ کی شرط لگانا شرطِ فاسد ہی بنتی ہے۔

حاشية ابن عابدين : ٦/٢٧٨:

وفی الكفاية واعلم أن مسائل المزارعة فی الجواز والفساد مبنية على أصل وهو أنها تنعقد إجارة وتتم شركة وإنما تنعقد إجارة على منفعة الأرض أو العامل ولا تجوز على منفعة غيرهما من بقر وبذر اه وفيها في الإجارة. (٦/٢٦٠):

قوله (أو يسرقنها) أی يضع فيها السرقين وهو الزبل لتهييج الزرع ط قوله (فلو لم تبق) بأن كانت المدة طويلة لم تفسد لأنه لنفع المستأجر فقط.

باقی آپ نے جو عبارت ہندیہ سے نقل کی ہے، اس عبارت میں منقول حکم اُس وقت کا ہے جبکہ فصل پک جائے یا فصل پکنے سے پہلے زراعت کی طے شدہ مدت ختم ہو جائے، ایسی صورت میں بلاشبہ فصل پکنے اور تقسیم ہونے تک کے اخراجات عامل و مالک ارض دونوں پر ان کے حصوں کے مطابق لازم ہیں۔

اس عبارت کا یہ محمل ہونے پر کئی دلائل وقرائن ہیں جن کی تفصیل درجِ ذیل ہے:

1) درِمختار میں اس عبارت ''كل ما كان من باب النفقة فعليهما'' کے ساتھ ''بعد مضی مدة الزراعة'' کی قید صراحۃً مذکور ہے۔عبارت ملاحظہ ہو:

الدر المختار : ٦/٢٨١:

(و) اعلم أن (نفقة الزرع) مطلقا بعد مضى مدة المزارعة (عليهما بقدر الحصص) وأما قبل مضيها فكل عمل قبل انتهاء الزرع كنفقة بذر ومؤنة حفظ وكرى نهر على العامل ولو بلا شرط فإذا تناهى بقى مالا مشتركا بينهما فتجب عليهما مؤنته كحصاد ودياس.

2) علامہ شامی رحمہ اللہ نے بھی اس بات کی صراحت فرمائی ہے کہ " النفقة عليهما بقدر حقوقهما" کا یہ حکم مسئلہ مضی مدت کا تتمہ ہے، چنانچہ در کی عبارت "فان مضت" کے ذیل میں لکھتے ہیں:

رد المحتار: ٢٦/ ٩٠:

(قَوْلُهُ فَإِنْ مَضَتْ إلَخْ) ...... وَاعْلَمْ أَنَّ مِنْ تَتِمَّةِ أَحْكَامِ هَذِهِ الْمَسْأَلَةِ كَوْنُ نَفَقَةِ الزَّرْعِ عَلَيْهِمَا بِقَدْرِ الْحِصَصِ إلَى أَنْ يُدْرِكَ ، وَسَيَذْكُرُهُ الْمُصَنِّفُ بَعْدُ، ...... وَعِبَارَةُ الدُّرَرِ وَالْغُرَرِ : مَضَت الْمُدَّةُ قَبْلَ إدْرَاكِهِ ، فَعَلَى الْمُزَارِعِ أَجْرُ مِثْلِ نَصِيبِهِ مِنْ الْأَرْضِ حَتَّى يُدْرِكَ الزَّرْعُ ؛ لِأَنَّهُ اسْتَوْفَى مَنْفَعَةَ بَعْضِ الْأَرْضِ لِتَرْبِيَةِ حِصَّتِهِ فِيهَا إلَى وَقْتِ الْإِدْرَاكِ ، وَنَفَقَةُ الزَّرْعِ كَأَجْرِ السَّقْيِ وَالْمُحَافَظَةِ وَالْحَصَادِ وَالرِّفَاعِ وَالدَّوْسِ ، وَالتَّذْرِيَةُ عَلَيْهِمَا بِقَدْرِ حُقُوقِهِمَا حَتَّى يُدْرِكَ.

3) اگر اس عبارت کا تعلق انقضاء مدت یا فصل پکنے کے بعد کے زمانہ سے نہ ہو تو خود ہندیہ کی عبارات میں چند در چند تعارض لازم آئے گا، مثلاً اس عبارت میں القاء سرقین کے ساتھ "قلع حشاوہ" کا بھی ذکر ہے کہ اس کا خرچ دونوں پر بقدرِ حصص ہوگا، حالانکہ ہندیہ کی اس عبارت سے ذرا پہلے اس بات کی تصریح ہے کہ مدتِ زراعت کے اندر اندر "قلع حشاوہ" عامل کی ذمہ داری ہے، عبارت ملاحظہ ہو:

الفتاوى الهندية: ٤١/ ٣٧٨:

وَالْأَصْلُ أَنَّ كُلَّ مَا يَحْتَاجُ إلَيْهِ الزَّرْعُ قَبْلَ إدْرَاكِهِ وَجَفَافِهِ مِمَّا يَرْجِعُ إلَى إصْلَاحِهِ مِنْ السَّقْيِ

وَالْحِفْظِ وَقَلْعِ الْحَشَاوَةِ وَحَفْرِ الْأَنْهَارِ وَنَحْوِهَا فَعَلَى الْمُزَارِعِ وَكُلُّ عَمَلٍ يَكُونُ بَعْدَ تَنَاهِي الزَّرْعِ وَإِدْرَاكِهِ وَجَفَافِهِ قَبْلَ قِسْمَةِ الْحَبِّ مِمَّا يُحْتَاجُ إِلَيْهِ لِخُلُوصِ الْحَبِّ وَتَنْقِيَتِهِ يَكُونُ بَيْنَهُمَا عَلَى شَرْطِ الْخَارِجِ.

4) ہندیہ نے یہ عبارت بدائع سے نقل کی ہے اور بدائع میں بھی قلع حشاوہ مدت مزارعت کے اندر اندر عامل کی ذمہ ہونا مصرح ہے۔

بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع: ٨/١٤:

وَالْأَصْلُ أَنَّ كُلَّ عَمَلٍ يَحْتَاجُ إِلَيْهِ الزَّرْعُ قَبْلَ تَنَاهِيهِ وَإِدْرَاكِهِ وَجَفَافِهِ مِمَّا يَرْجِعُ إِلَى إِصْلَاحِهِ مِنَ السَّقْيِ وَالْحِفْظِ وَقَلْعِ الْحَشَاوَةِ وَحَفْرِ الْأَنْهَارِ وَتَسْوِيَةِ الْمُسَنَّاةِ وَنَحْوِهَا فَعَلَى الْمُزَارِعِ ؛ لِأَنَّ مَا هُوَ الْمَقْصُودُ مِنَ الزَّرْعِ ، وَهُوَ النَّمَاءُ لَا يَحْصُلُ بِدُونِهِ عَادَةً ، فَكَانَ مِنْ تَوَابِعِ الْمَعْقُودِ عَلَيْهِ ، فَكَانَ مِنْ عَمَلِ الْمُزَارَعَةِ فَيَكُونُ عَلَى الْمُزَارِعِ.

5) ہندیہ کی جس عبارت کی روشنی میں ہم نے مسئلہ لکھا ہے اس میں سرقین غیر ذی بذر کے ذمہ شرط کرنے کو مفسد کہا ہے، اگر آپ کی نقل کردہ عبارت کی یہ توجیہ نہ ہو تو صریح تعارض ہوگا۔

6) بدائع میں قلع حشاوہ اور سرقین کا خرچ دونوں پر رکھنے کی علت یہ مذکور ہے کہ "ان ذلك ليس من عمل المزارعة حتى يختص به المزارع." اور ساتھ ہی یہ بھی لکھا ہے کہ "قلع حشاوہ" عمل مزارعت میں سے ہے اس لیے یہ مزارع کے ذمہ ہے۔ تو ایک جگہ قلع حشاوہ کو عمل مزارعت سے کہنا اور دوسری جگہ نہ کہنا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ مدت زراعت میں قلع حشاوہ عمل زراعت سے ہے اور بعد میں نہیں، لہٰذا پہلی عبارت جس میں اس کا خرچ دونوں پر رکھا ہے اس کا تعلق فصل پک جانے کے بعد کے زمانہ سے یا فصل پکنے سے پہلے مدت زراعت ختم ہونے کے وقت سے ہے۔

بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع: ١٤/١٢:

(وَمِنْهَا): أَنَّ كُلَّ مَا كَانَ مِنْ بَابِ النَّفَقَةِ عَلَى الزَّرْعِ مِنَ السِّرْقِينِ وَقَلْعِ الْحَشَاوَةِ، وَنَحْوِ ذَلِكَ فَعَلَيْهِمَا عَلَى قَدْرِ حَقِّهِمَا، وَكَذَلِكَ الْحَصَادُ وَالْحَمْلُ إِلَى الْبَيْدَرِ وَالدِّيَاسُ وَتَذْرِيَتُهُ؛ لِمَا ذَكَرْنَا أَنَّ ذَلِكَ لَيْسَ مِنْ عَمَلِ الْمُزَارَعَةِ حَتَّى يَخْتَصَّ بِهِ الْمُزَارِعُ.

مزید یہ کہ فقہ حنفی کی تقریباً تمام کتابوں میں ہمارے فقہاءِ کرام رحمہم اللہ نے مزارعت کے خرچوں کی تین قسمیں فرما کر ہر قسم کے خرچے کا الگ حکم ذکر فرمایا ہے۔ ایسے میں یہ کیسے ممکن ہے کہ یہ عبارت جو آپ نے نقل فرمائی ہے اپنے اطلاق پر ہو اور ہر قسم کا خرچ مالک و مزارع دونوں پر بقدرِ حصص واجب ہو۔

اُمید ہے کہ مذکورہ بالا گزارشات سے آپ کے اشکال کا جواب ہو گیا ہوگا۔

اکلوتی آنکھ والا نیلا پتھر گھر میں رکھنے کا حکم:

سوال: بازار میں خوبصورت بلیو کلر کی شیشہ نما نیچے سے گول اوپر سے تھوڑا سا تکون پتھر ہے، اس کے اوپر گول آنکھ نما سفید اور نیلے دائرے بنے ہوئے ہیں، سفید دھاریوں والی آنکھ بنی ہوئی ہے۔ کہتے ہیں کہ نظر کے لیے، گھر میں پریشانی دور ہونے کے لیے کوئی کام نہ ہو تو اس پتھر پر جو آنکھ بنی ہے (ایک آنکھ) لگانے سے سب کام ہو جاتے ہیں، نظر نہیں لگتی، جب میں نے اخبار میں مفتی ابولبابہ شاہ منصور صاحب کا مضمون ''پراسرار علامتوں کی بھرمار'' پڑھا تو میں پوچھنے پر مجبور ہوگئی کہ کیا یہ ایک آنکھ والا نیلے رنگ کا گول چپٹا پتھر گھر میں لگانا صحیح ہے، ٹی وی پر اس کے بہت ایڈ بھی آتے ہیں۔ نیز ایسے گول نیلے رنگ کے موتی جس پر یہی گول سفید دائرے بنے ہوتے ہیں، اُن کی تسبیح بھی ملتی ہے، کیا ہم اس تسبیح پر کلام پاک پڑھ سکتے ہیں؟ اس قسم کے گلے اور ہاتھ کے موتی بھی ملتے ہیں آپ سے درخواست ہے کہ ایسے تمام اشیاء کا حکم تحریر فرمائیں کہ ایسی اشیاء کو ہم استعمال میں لا سکتے ہیں یا نہیں؟ (س،س۔ کوئٹہ)

جواب: کسی پتھر میں ایسی تاثیر کا عقیدہ رکھنا شرعاً حرام و ناجائز بلکہ شرک ہے کہ اس کے گھر میں رکھنے سے پریشانیاں دور ہوتی ہیں اس لیے اس عقیدہ کے ساتھ کوئی بھی پتھر گھر میں رکھنا جائز نہیں، البتہ اگر ایسا

عقیدہ نہ ہو اور کسی پتھر کو محض زیب وزینت کے لیے شوپیس کے طور پر گھر میں رکھا جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ باقی علامات مختلف اشیاء پر مختلف نوعیت کی بنی ہوتی ہیں، اگر کسی علامت کے بارہ میں یقینی دلائل یا ظن غالب سے یہ اندیشہ ہو کہ وہ کسی باطل و بدعقیدہ گروہ کی علامت ہے تو اس کے استعمال سے اجتناب کیا جائے اور اگر کوئی ثبوت نہ ہو تو خوامخواہ ہر چیز کے بارہ میں شک میں نہیں پڑنا چاہیے، ایک آنکھ بعض حضرات کی تحقیق کے مطابق یہود کی علامت ہے، اس لیے ایسی چیزوں کے استعمال سے بچا جائے جن پر یہ پراسرار علامت بنی ہو۔

نیا جوتا وغیرہ پہن کر شکرانے کے نوافل پڑھنا:

سوال: ہمارے ہاں ایک ہندوستانی عالم نے مسئلہ بتایا تھا کہ جب اللہ تعالیٰ کسی کو کوئی نعمت عطا کرے تو دو نفل شکرانے کے پڑھ لے۔ انہوں نے مزید بتایا کہ اگر کوئی نیا جوتا خریدے تو اس کو پہن کر دو نفل شکرانے کے پڑھ لے۔ یہاں بعض حضرات کہتے ہیں کہ یہ کوئی مسئلہ نہیں کیونکہ ہمارے علم میں نہیں ہے۔ آپ اس پر روشنی ڈالیں کہ یہ مسئلہ صحیح ہے یا نہیں؟ (ایک سائل ۔ لاہور)

جواب: نئی چیز، کپڑے، جوتے وغیرہ کوئی نعمت ملنے کی صورت میں شکرانے کے نفل پڑھنا اچھی بات ہے، مگر یہ کوئی ضروری نہیں کہ نوافل جوتے پہن کر ہی پڑھے جائیں، جوتے اگر پاک ہوں اور پاؤں کے زمین پر اعتماد یعنی سہارے سے مانع نہ ہوں تو ان کو پہن کر نوافل پڑھنے میں بھی حرج نہیں۔

چکوال میں نعلین مبارک کی شبیہ ظاہر ہونے کی افواہ:

سوال: روزنامہ اوصاف اور دیگر پاکستانی اخبارات میں پچھلے کچھ عرصے سے ایک خبر گردش کر رہی ہے کہ تلہ گنگ کے بعد اب چکوال اور پنڈی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نعلین مبارک کی شبیہ نظر آ رہی ہے۔ لوگ دیکھنے کے لئے جا رہے ہیں، تصویریں اور ویڈیوز بن رہی ہیں، میرا ایک قریبی دوست حافظ قرآن

ہے، انہوں نے ایک مولانا صاحب سے اسی طرح کا سوال کیا تھا تو انہوں نے اس واقعے کو جھوٹا قرار دیا تھا۔ برائے کرم اس واقعے کی حقیقت سے مطلع فرما دیجئے۔

(قاری اشرف علی ۔ اسلام آباد)

جواب: تلہ گنگ وغیرہ میں نعلین مبارک کی شبیہ ظاہر ہونے سے متعلق جو بات مشہور کی گئی ہے، یہ محض افواہ ہے اور اس کی کوئی حقیقت نہیں۔ایک بدعقیدہ شخص نے اپنے باطل عقیدہ کے اثبات کے لئے جھوٹی کہانی گھڑنے کی یہ ناپاک جسارت کی ہے، ہماری معلومات کے مطابق تلہ گنگ کے علماء اور صحافی حضرات نے باقاعدہ اس جگہ کا دورہ کرنے کے بعد اس بات کے من گھڑت اور جھوٹ ہونے کا فتویٰ جاری کیا ہے، اس پر قیاس کر کے کہا جا سکتا ہے کہ چکوال اور پنڈی میں بھی یہ منگھڑت کہانی پھیلائی گئی ہے۔ایسی افواہوں کی طرف کوئی توجہ نہ دی جائے۔

بذریعہ عدالت یکطرفہ خلع لینے کا حکم:

سوال: عورت اگر مرد کے ساتھ یعنی بیوی اپنے خاوند کے ساتھ رہنا پسند نہیں کرتی اور طلاق لینا چاہتی ہے تو کیا عورت یکطرفہ خلع لے سکتی ہے؟ اور کیا عدالت شوہر کو کوئی قانونی نوٹس ارسال کرے گی یا صرف بیوی کی بات کو سن کر یکطرفہ طلاق واقع ہو جائے گی اور عورت کیا عذر پیش کرے تو طلاق مل سکتی ہے؟ اگر خاوند طلاق نہ دے اور بیوی دوسری جگہ نکاح پر نکاح کرے تو کیا یہ جائز ہے؟ اور ایسی صورت میں عورت کو سپورٹ اور تحفظ فراہم کرنے والے لوگوں اور خود ایسی عورت کے ساتھ جو نکاح پر نکاح کرے میل جول رکھنا جائز ہے یا نہیں؟ (قاری اشرف علی ۔ اسلام آباد)

جواب: عورت عدالت کے ذریعہ سے یکطرفہ طور پر آج کل جو خلع لیتی ہے، اکثر و بیشتر صورتوں میں اس کا طریقہ غلط ہوتا ہے، شرعاً اس سے نکاح فسخ نہیں ہوتا، اس لیے ایسے عدالتی خلع کے بعد دوسری جگہ نکاح

کرنا جائز نہیں ہوتا۔ ہاں بعض صورتوں میں عدالتی فیصلہ سے شرعاً بھی نکاح فسخ ہو جاتا ہے۔ مسئولہ صورت میں اس کا ذکر نہیں کہ عدالت نے فسخ نکاح یا خلع کا فیصلہ کس بنیاد پر کیا ہے؟ تحقیقی جواب اس تفصیل کو جاننے پر موقوف ہے جس کے لیے خلع کے مطالبہ کی وجوہ، عدالتی فیصلہ کی فوٹو کاپی اور اس کا اردو ترجمہ ارسال کیا جائے تو غور ہو سکتا ہے۔

پیشکش: ابوزبیر

[www_alkalam_pk@yahoo.com]